

امام احمد رضا
رحمۃ اللہ علیہ
کا درسِ ادب
مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت
نور اللہ مرقدہ
مُفتی مُحمّد فیض اَحمد اُویسی رضوی
www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﷺ

امام احمد رضا کا درسِ ادب

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

انتساب

فقیر اپنی اس حقیر سی تحریر کو شہزادۂ خاندانِ رشد و ہدایت، تاجدارِ ولایت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کرتا ہے جو ساری زندگی دنیائے اسلام کو اپنے والد ماجد کی طرح درسِ ادب دیتے رہے۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

تقدیم

''مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد''

حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی دام عنایتہم اپنی علمی نگارشات کے حوالے سے علمائے اہل سنت میں نہایت ممتاز ہیں۔ پیش نظر رسالہ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے جس کو مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری نے مرتب کیا ہے اور برادرم محمد مقصود حسین قادری اُویسی زیدہ مجدہ چھپوا رہے ہیں مولا تعالیٰ دونوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

اس رسالے میں عاشقِ رسول امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ ادب کی مختلف جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ادب، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب، بیت اللہ کا ادب، مسجد کا ادب، شریعت کا ادب، مدینہ منورہ کا ادب، صحابہ کرام کا ادب، اہل بیت کا ادب، سادات کا ادب، حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب،

بزرگوں کا ادب وغیرہ وغیرہ۔

سچی بات یہ ہے کہ زندگی میں ادب ہی سب کچھ ہے انسان کی پہچان بھی اس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہمیں سکھایا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ادب سکھایا اور ادب کا یہ سلسلہ چلا کہ چلتا چلا گیا اور دل والوں نے ادب کا لطف اُٹھایا۔ حقیقت میں جو شریعت کے دائرے میں ہے سراسر ادب ہے اور جو دائرے کے باہر ہے وہ ادب نہیں۔ الحمدللہ! ہمارے پاس ایک معیارِ ادب ہے۔

ادب کا محبت سے گہرا تعلق ہے جتنی قوی محبت ہوگی اتنا ہی محبت کا احساس بھی قوی ہوگا۔ بے ادب کا احساس خوابیدہ ومردہ ہوجاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے سورۂ الشرح کی تفسیر میں جب نام نامی اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لینا چاہا تو ادب کا یہ عالم نظر آیا کہ القاب وآداب کے دریا بہنے لگے بڑے سائز کے سات صفحات کے بعد نامِ نامی لیا تو پھر بھی یہ فرمایا: دربند آمباش که مضمون نه مانده است صد سال محاتواں سخن از زلف یا ر گفت

یعنی اس خیال میں نہ رہنا کہ مضمون ختم ہوگیا میں اگر چاہوں تو سو سال تک زلفِ یار کی باتیں کرتا رہوں۔

یہ صفحات کے القاب وآداب جب راقم نے لکھنا شروع کئے تو ۶۴ عام کتابی صفحات پر آئے۔ اللہ اکبر! جو ایک رسالہ کی صورت میں بعنوان ''عشق ہی عشق'' (کراچی ۱۹۹۶ء) شائع کئے یہ سب ادب کے مظاہر ہیں۔

مسلم معاشرے کی اخلاقی ترقی کا دارومدار ہی ادب پر ہے۔ ادب ہے تو ضعیف بھی قوی ہے، ادب نہیں تو قوی بھی ضعیف ہے، صحابہ کرام کی عظمت اسی ادب میں پنہاں (چھپا ہوا) ہے، مسلم معاشرے میں مسلمانوں پر جو کفر کے فتوے لگے اس کا تعلق بھی ادب ہی سے ہے، ادب کو علم کے پیمانوں سے پرکھا جانے لگا۔ یہ تو محبت کے پیمانے سے پرکھا جاتا ہے، اس لئے نورِ مجسم، رحمت دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت گستاخوں کے سر قلم کردیئے گئے۔

ہم ذات کا ادب نہیں کرسکتے اور وہ حضرات آثار کا بھی ادب کرتے تھے اور یہ ادب قرآنِ کریم سے ہی سیکھا تھا جس میں تابوتِ سکینہ، مقامِ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پیراہنِ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا ذکر جمیل ہے۔ حیف (افسوس)! واعظین کا اندازِ خطابت یہ ہوگیا رسول نے کہا، صدیق نے کہا، عمر نے کہا، عثمان نے کہا، علی نے کہا (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہما)

محبت کامل ہوتو اس طرح محبوب کا نام لینے سے بھی لرزتا ہے۔ایک زمانہ وہ تھا جب محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ادب، آثار کا ادب، نشانیوں کا ادب اور پسندیدہ چیزوں کا ادب کیا جاتا تھا۔امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی جریر کو کھڑے کھڑے حدیث شریف کے متعلق سوال کرنے پر قید کا حکم دیا اور ہشام بن غازی کو کھڑے کھڑے حدیث شریف دریافت کرنے پر بیس کوڑوں کی سزا دی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ٹوپی کے لئے سخت جنگ کی جس میں موئے مبارک (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا ہوا تھا اور وہ دشمن کے علاقے میں گر گئی تھی، حضرت خداش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بطورِ تبرک وہ پیالہ محفوظ تھا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطورِ خاص اُن کے ہاں جا کر اُس پیالے میں زم زم شریف پیا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خستہ اور خجستہ چارپائی حضرت عبداللہ بن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدیۃً چار ہزار درہم میں لی، غازی احمد بن فضلویہ نے کبھی بغیر وضو کمان کو ہاتھ نہ لگایا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان استعمال فرمائی تھی۔ یہ ساری باتیں علامہ مفتی محمد امین نقشبندی نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہیں۔ یہ محبت وادب کی باتیں ہیں عقل سے سمجھ نہیں آئیں گی۔

مغربی طاقتیں اب کی معاشی قوت سے آگاہ ہیں اس لئے وہ ادب چھین رہی ہیں اور بے ادبی دے رہی ہیں گویا زندگی چھین رہی ہیں موت دے رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل بنجر ہو رہے ہیں، دلوں میں محبت کے پھول کمہلا رہے ہیں، نفرتوں اور عداوتوں کے خار پھل پھول رہے ہیں اس وقت مسلم جوانوں بلکہ بوڑھوں کو بھی ادب کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ تا کہ ملت اسلامیہ میں جو ہمہ گیر انتشار پیدا ہو گیا ہے یہ اتحاد واتفاق سے بدل جائے پھر وہی سازگار فضا نظر آئے جو ماضی میں ہم دیکھ چکے ہیں۔مولیٰ تعالیٰ ہم کو باادب بنائے ادب ہی میں زندگی کی بہار ہے، ادب ہی زندگی کا جمال ہے، ادب ہی زندگی کا نکھار ہے، ادب ہی زندگی کی روشنی ہے، ادب ہی زندگی ہے۔

آمین اللّٰھم آمین۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء بروز پیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُہ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِه الْكَرِيْم وَعَلٰی اٰلِه وَاَصْحَا بِه اَجْمَعِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

﴿اظہارِ خیال﴾

''علامہ جمیل احمد نعیمی''

ادب کا لفظ اردو زبان میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ہمارا روئے سخن (اشارہ) جس ادب کی طرف ہے وہ قرآنِ کریم اور حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تکریم و تعظیم اور عزت و احترام کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔اس وقت احقر کے پیش نظر فاضلِ جلیل، عالمِ نبیل، شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا جو مختصر سا رسالہ بعنوان ''امام احمد رضا کا درسِ ادب'' بظاہر یہ رسالہ مختصر ہے مگر معانی اور مفاہیم کے لحاظ سے بڑا اہم رسالہ ہے۔دنیا کے حکمرانوں کی حکومت و سلطنت کے قوانین اور اُن کے ادب و احترام کے جو تقاضے ہوتے ہیں اُن کو ان کے جیسے انسان ہی بناتے اور ترتیب دیتے ہیں لیکن بارگاہِ نبوت و رسالت کے ادب و احترام کے قانون کو خالقِ کائنات نے ترتیب دے کر تمام بنی نوع انسان کو بالعموم اور اہلِ ایمان کو بالخصوص یہ بتایا کہ میرے پیارے محبوب، سرورِ کائنات اور وجہِ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عظمت پناہ وہ دربارِ گوہر بار ہے کہ جس کا ادب و احترام میں بتا رہا ہوں اور یہ بتا دیتا ہوں کہ میرے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادنیٰ سی گستاخی اور بے ادبی بھی تمہارے اعمال ہی نہیں بلکہ تمہارے ایمان کو بھی ختم کردے گی۔اس موضوع پر قرآنِ عظیم کی مختلف آیاتِ شریفہ اور احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔صفحات کی تنگ دامنی کے سبب کوئی طویل مضمون اس موضوع پر تحریر نہیں کیا جا سکتا جہاں تک مجددِ دین وملت، امامِ اہل سنت، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عشق و محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا معاملہ ہے اس کا تو اقرار و اعتراف یگانوں نے نہیں بلکہ بیگانوں نے بھی تسلیم کیا ہے جیسا کہ اس عجالہ نافعہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔احقر اس سلسلہ میں علامہ محمد فیض احمد اُویسی صاحب کی کاوش کے ساتھ عزیز محترم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری زید مجدہ اور ان کے شریکِ سفر برادرم محمد مقصود حسین قادری اُویسی زید مجدہ کو بھی دل کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان حضرات کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت مرحمت فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم

جمیل احمد نعیمی عفی عنہ

ناظم تعلیمات: دارالعلوم نعیمیہ، دستگیر فیڈرل بی ایریا، کراچی

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ ۴۔۳۔۲۰۰۲ء بروز پیر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

امام احمد رضا کا درسِ ادب

مشہور مقولہ ہے ''الآداب الاسلام کلہ'' یعنی ''اسلام سارے کا سارا ادب ہی ہے۔'' گویا جس میں ادب نہیں اُس میں اسلام نہیں ایسے ہی جس کے پاس جتنا ادب ہوگا اتنا ہی اس کے پاس اسلام ہوگا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا اوڑھنا بچھونا ادب ہی ادب ہے۔ بچپن سے لے کر وصال تک ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اس کا اعتراف آپ کے دشمنوں کو بھی تھا۔

وَالۡفَضۡلُ مَا شَهِدَتۡ بِهِ الۡأَعۡدَاءُ

فقیر اس مقالہ میں آپ کے حالاتِ زندگی سے چند اقتباسات اور آپ کی تحریر کے چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی حیات سر تا پا ادب اور عشق سے تعبیر تھی۔

آدابِ الٰھی

ترجمہ تسمیہ: ''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا'' اس میں سبق دیا کہ ابتداء اللہ ہی کے نام سے ہو اور یہی مقصودِ انسان ہے دوسرے مترجمین کا حال سب کو معلوم ہے۔

اعدادِ تسمیہ: بسم اللہ شریف کے اعداد ۷۸۶ ہیں اور عام طور پر لوگ پہلے ۷، پھر ۸ اور ۶ لکھتے ہیں لیکن امام احمد رضا پہلے ۶ پھر ۸ اور پھر ۷ لکھتے گویا اعداد کو بھی دائیں طرف سے شروع فرماتے تا کہ بسم اللہ شریف کو اُلٹا لکھنے کی گستاخی کا ارتکاب نہ ہو۔

اللّٰہ تعالیٰ کو میاں نہ کہو: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ، اللہ رب العزت کے اسمِ مقدس کے ساتھ لفظ ''میاں'' کا استعمال ناجائز قرار دیتے تھے کیونکہ ''میاں'' خاوند کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میاں صاحب، میاں جی بزرگ و معزز آدمی کو بھی کہا جاتا ہے اور ''میاں'' ایک ذات بھی ہے اس لئے اہل سنت کی تمام مستند کتب وفقہ میں اس لفظ کے استعمال کی ممانعت ہمراہ اسم گرامی ربِ ذوالجلال ناجائز قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ اللہ کریم، اللہ رب العزت، اللہ جل شانہ اور دیگر صفاتی ناموں کا استعمال کرنا چاہیے۔

ہمارے ہاں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ ''میاں'' بولا اور لکھا جانے لگا ہے اور گھروں میں چھوٹے بچوں کو یہی پڑھایا جاتا ہے مگر ایسے الفاظ جو عام لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوں اللہ کریم کے لئے

استعمال کرنا درست نہیں۔افسوس تو یہ ہے کہ پڑھے لکھے بلکہ خود کو علماء کہلوانے والے بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ ٹھٹھا مخول سے منزہ ھے: قرآن مجید میں جہاں بھی استہزاء کی آیات مبارکہ وارد ہیں اکثر مترجمین اللہ تعالیٰ کے مخول ودیگر بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ادب کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کیا اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ مکر اور چال سے منزہ ھے: قرآنِ مجید میں جہاں لفظ مکر کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی ہے امام احمد رضا قدس سرہ نے خفیہ تدبیر کا معنی کیا ہے اور دوسرے مترجمین کی بے ادبی گستاخی سب کو معلوم ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی: جن آیات سے معتزلہ نے علم الٰہی کے متعلق ٹھوکر کھائی ان آیات کا ترجمہ دوسرے مترجمین نے وہی کر ڈالا جس سے معتزلہ کی تائید اور علمِ الٰہی کے تنقیص (نقص نکالنے) اور تحقیر (بے حرمتی) کا پہلو نکلتا ہے۔امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایسے طریقہ سے ترجمہ کیا کہ معتزلہ کی تردید اور اہل سنت کے مذہب کی تائید اور علمِ الٰہی کی تحسین کا پہلو نمایاں ہے۔فقیر نے صرف بطورِ نمونہ مختصراً اشارے لکھ دیئے ہیں۔(تفصیل محاسن کنز الایمان میں پڑھیئے)۔

الوھیت کی بلند شان: اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ کنز الایمان میں اللہ رب العزت کی طرف سے نبوی خطاب کے لئے لفظ ''تم'' استعمال کیا ہے یہ اللہ کی ذات کا ادب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور ہمیشہ اعلیٰ کا خطاب اپنے سے کم مرتبہ کو ''تم'' کے لفظ سے ہوتا ہے اور لفظ آپ ادنیٰ اعلیٰ کو کہتا ہے۔اعلیٰ حضرت نے فرق رتبہ کے پیش نظر تم لکھا ہے دوسرے لوگوں نے آپ لکھا ہے انہیں فرق رتبہ کا خیال وتصور نہ رہا آج بھی لوگ اس پر حیران ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آپ کیوں نہیں استعمال فرمایا۔

امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام: حضور اکرم ﷺ کے ادب وعشق کی علامت اپنے دور میں امام احمد رضا بریلوی ہی تھے۔سب سے پہلے فقیر آپ کے مخالفین کی تصریحات پیش کرتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی نے اپنے مقالہ میں بیان کیا کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیو بندی شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی ادریس کاندھلوی سے لیا ہے کبھی کبھی اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے مولوی صاحب (اور یہ مولوی صاحب ان مولوی ادریس کاندھلوی) کا تکیہ کلام تھا۔مولانا احمد رضا محدث بریلوی کی بخشش انہی فتوؤں کے سبب ہو جائیگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خاں بریلوی تمہیں ہمارے رسول ﷺ سے

اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں پر بھی تم نے کفر کا فتویٰ لگا دیا جاؤ اسی ایک عمل سے ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

مولوی اشرف علی تھانوی جو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے بڑے حریف سمجھے جاتے تھے وہ بھی آپ کے وصال کا سن کر کہہ اُٹھے کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتویٰ اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ میں نے توہین رسول ﷺ کی ہے اگر وہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔ (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت از مولانا کوثر نیازی، مطبوعہ کراچی)۔

مولوی مرتضٰی حسن دربھنگوی صاحب جن کو مخالفین نے صرف اور صرف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی تردید کے لئے رسائل لکھوانے اور چھپوانے پر مقرر کر رکھا تھا وہ بھی اپنے رسالے ''اشد العذاب'' میں اشرف علی تھانوی کے حوالے سے یہی قول نقل کرتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا اپنا دعویٰ: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیغمبر اسلام ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کرے تو وہ دیکھے گا کہ ایک پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھا ہوا ہے اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔

(سالنامہ معارفِ رضا، شمارہ ۱۹۸۳ء، مطبوعہ کراچی)

یادِ الٰھی اور ذکر رسول ﷺ میں استغراق: امام احمد رضا قدس سرہ نے ساری زندگی کوئی بھی صبح ایسی آغاز نہ کی جو نامِ الٰہی سے شروع نہ ہوتی ہو اور کسی بھی دن کی آخری تحریر درود شریف کے سوا کسی اور لفظ پر ختم نہیں فرمائی۔ سب سے آخری تحریر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ یوم جمعۃ المبارک کو وصال سے چند لمحے پیشتر سپردِ قلم کی وہ یہ تھی: صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمَ اَجْمَعِیْنَ۔

(معارفِ رضا ۱۹۸۶ء، مطبوعہ کراچی)

سید عالم ﷺ کے اسمِ گرامی کا احترام: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے اسم گرامی کی کتابت میں بھی درود و سلام کا وہی اہتمام ہونا چاہیے جو زبان سے ادائیگی میں ہوتا ہے چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھا ہوا ہے اور یہ سخت ناجائز ہے یہ بلا عوام تو عوام چودھویں صدی کے بڑے بڑے اکابر و فحول (مقتدر آدمی وجید علماء) کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے یا کوئی صللم کوئی فقط ص کوئی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدلے عم یا ع، م۔ ایک ذرہ سیاہی یا انگلی بھر کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت

بچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بدنصیبی کا ڈانڈا پکڑتے ہیں۔امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں فتاوٰی تاتارخانیہ سے منقول ہے: من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء کفر بلاشک الخ

(حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار،مقدمۃ الکتاب،جلد ۱، صفحہ ٦،مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

بحوالہ فتاوی رضویہ، کتاب الصلوۃ، جلد٦، صفحہ ۲۲۰تا۲۲٥،رضا فاونڈیشن لاھور)

یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہوجاتا ہے کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شانِ انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصداً شان استخفاف (ہلکا سمجھنا) ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکورہ اسی صورت کے لئے ہے یہ لوگ صرف کسل، کاہلی، نادانی، جاہلی سے ایسا کرتے ہیں تو اس حکم کے مستحق نہیں مگر بے برکتی، بیدولتی، کم بختی زبوں قسمتی میں شک نہیں۔

قلم بھی ایک زبان ہے صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نامِ اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوں ہی کچھ الم غلم بکنا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ o (پارہ۱،سورۃ البقرہ،آیت۵۹)

ترجمہ : تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

"قُوْلُوْا حِطَّۃٌ "یوں کہو کہ ہمارے گناہ اترے۔انہوں نے کہا " حِطَّۃٌ "یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت الٰہی کا ذکر تھا یہاں حکم یہ ہوا ہے: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o (پارہ۲۲،سورۃ الاحزاب،آیت ۵٦)

ترجمہ :اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَبَدًا

اور یہ حکم وجوباً خواہ استحباباً ہر نامِ اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے۔تحریر میں اس کی بجا آوری نامِ اقدس کے صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کر ص، ع، م کرلیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے والعیاذ باللہ رب العالمین۔یہ تو محل درود ہے جس کی عظمت اس حد پر ہے کہ اس کی شخصیت میں پہلو کفر موجود

اس سے اتر کر صحابہ واولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رض لکھنے کو علماءِ کرام نے مکروہ باعث محرومی بتایا۔ سید علامہ طحطاوی فرماتے ہیں: ویکرہ الرمز بالصلوٰۃ و الترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلك کله بکماله

(حاشیه الطحطاوی علی الدرالمختار،مقدمة الکتاب،جلد ۱، صفحه ٦،مطبوعه دارالمعرفة بیروت بحواله فتاوی رضویه، کتاب الصلوة، جلد٦، صفحه ۲۲۰ تا ۲۲۵،رضا فاونڈیشن لاهور)

یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ (ص) وغیرہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ (رض) لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر لکھا پڑھا جائے۔

(حاشیه الطحطاوی علی الدرالمختار،مقدمة الکتاب،جلد ۱، صفحه ٦،مطبوعه دارالمعرفة بیروت بحواله فتاوی رضویه، کتاب الصلوة، جلد٦، صفحه ۲۲۰ تا ۲۲۵،رضا فاونڈیشن لاهور)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ومن اغفل هذا حرام خیرا عظیما وفوت فضلا جسیما

(المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج،فصل یستحب لکاتب الحدیث اذا مر بذکر اللّٰه جلد ۱، صفحه ۳۹،دار إحیاء التراث العربی -بیروت)

یعنی جو اس سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا افضل اس سے فوت ہوا۔ و العیاذ باللّٰه تعالیٰ

یوں ہی قدس سرہ یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت وحرمان برکت ہے ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔ (فتاویٰ افریقہ، از امام احمد رضا قدس سرہ)

نوٹ: فقیر اُویسی کا اس موضوع پر مستقل رسالہ بعنوان ''کراہتِ صلعم'' ہے۔

آدابِ حدیث پاک: ہم جس طرح اسلاف صالحین سے آدابِ حدیث شریف کے متعلق پڑھتے سنتے آرہے ہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہ اس کی تفسیر کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) آپ درسِ حدیث بحالت قیام دیا کرتے۔

(۲) احادیث کریمہ بغیر وضو کے نہ چھوتے اور نہ پڑھایا کرتے۔

(۳) کتب احادیث پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔

(۴) حدیث کی ترجمانی فرماتے ہوئے کوئی شخص درمیانِ حدیث اگر بات کاٹنے کی کوشش کرتا تو آپ سخت ناراض

ہوتے یہاں تک کہ جوش سے چہرۂ مبارک سُرخ ہو جاتا۔

(۵) حدیث پڑھاتے وقت دوسرے پاؤں کو زانو پر رکھ کر بیٹھ جانے کو ناپسند فرماتے کہ یہ بت پرستی کا طریقہ ہے ویسے عام طور پر بھی ایسے بیٹھنا ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا سینہ عشقِ رسالت ﷺ کی سرشاریوں سے لبریز تھا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے نگاہیں شادکام ہوتیں یا درسِ حدیث دیتے تو اس وقت اُن کی وارفتگی کا عالم دیدنی ہوتا اور فیضانِ محمدی ﷺ کی موسلا دھار بارش میں اُن کا سارا وجود بھیگ جاتا۔ دلوں کے اطمینان اور یقین واذعان (فرمانبرداری) کی دولت سے سرفراز ہونے کے لئے میں آنے والے اس محسوس واقعہ کو سب سے بڑی شہادت قرار دیتا ہوں۔

مفتی غلام سرور قادری رقمطراز ہیں جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل مدرسہ انوار العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں نے حضرت علامہ فہامہ محقق اہل سنت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا کہ عارب باللہ، امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی سید پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حدیث پڑھا رہے تھے۔ فرماتے تھے مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضور اکرم ﷺ کو دیکھ دیکھ کر آپ (ﷺ) کی زیارت شریف کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔

(الشاہ امام احمد رضا از مفتی غلام سرور، مطبوعہ ساہیوال)

نــــوٹ: یونہی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بریلی جانا ہوا تو مذکورہ بالا کیفیت سے بھی بڑھ کر احوال بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل فقیر کی تصنیف ''تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر'' میں ہے۔

احترامِ ساداتِ کرام: صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے سادات پر دل و جان سے فدا تھے۔ آپ اپنے منظوم شجرہ عالیہ قادریہ میں فرماتے ہیں کہ

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر حضرتِ آلِ رسولِ مقتدا کے واسطے

اس موضوع پر حضرت سید صابر حسین شاہ صاحب قادری مدظلہ نے احترامِ سادات اور امام احمد رضا میں بہترین مواد جمع فرمائے ہیں۔ فقیر چند واقعات پیش کرتا ہے۔

احترام اولادِ سادات: عاشقِ رسول ﷺ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساداتِ کرام کے احترام میں کبھی بھی سن وسال، قد وقامت، عالم وجاہل، امیر وغریب، نیک وبد، بچہ وبوڑھا کا امتیاز رکھ کر حسن سلوک نہ فرمایا بلکہ ہمیشہ رشتۂ خون کا لحاظ رکھتے ہوئے سیدزادے کے ساتھ نیاز مندی کا رویہ روا رکھا۔ اولادِ سادات سے آپ کی محبت وعقیدت اور احترام قابلِ رشک ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ سید کے لڑکے سے جو شاگرد ہو یا ملازم دینی یا دنیوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب میں فرماتے ہیں ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں نہ ایسی خدمت پر اسے ملازم رکھنا جائز ہے جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے بہرحال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اسے مارنے سے مطلق احتراز (پرہیز) کرے۔

اسی طرح کسی شخص نے پوچھا سید کے لڑکے کو اس کا استاد مار سکتا ہے یا نہیں؟

اس کا بھی جواب محبّ سادات امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت ہی بصیرت افروز عنایت فرمایا ملاحظہ فرمائیے "قاضی جو حدودِ الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجود یہ کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے:

"تابہ معلم چہ رسد" (ملفوظات از مولانا مصطفیٰ رضا خاں)

جناب سید ایوب علی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کے لئے کاشانۂ اقدس میں ملازم ہوئے بعد میں معلوم ہوا کہ سیدزادے ہیں لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادے ہیں، کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین رضوی، جلد اول، صفحہ ۲۰۱)

پیغمبر اسلام ﷺ سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اتنی محبت تھی کہ وہ تمام سیدوں اور ان کی اولاد کی بے انتہا عزت کرتے تھے ان کا معمول تھا کہ وہ عید کے دن سب سے پہلے ایک سید کا ہاتھ چوم کر مبارک باد پیش کرتے تھے۔ امام

احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوران کے خاندان والے مولود کی محفلوں میں سیدوں کو دوہرا حصہ دیا کرتے تھے۔

(ایضاً صفحہ ۲۹۳)

اور یہ اثرات آپ کے خاندان میں تاحال موجود ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے محبت کرنے والے اسی طریقۂ کار کے قائل وعامل ہیں۔

احترام سیدنا غوث الاعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: بچپن سے بارگاۂ قادریت کا ادب ملحوظ رہا چھ برس کی عمر میں معلوم ہوگیا کہ بغداد شریف کس سمت ہے اس وقت سے تا زندگی ادھر کبھی پاؤں نہ پھیلایا۔ سمت قبلہ کا احترام تو آدابِ شرع میں داخل ہے مگر سمت مرشد کا ادب بارگاۂ عشق کا حصہ ہے اس لئے اعلیٰ حضرت نے فتویٰ کی زبان میں لکھا کہ جانبِ شمال پاؤں پھیلا کر سونے میں کوئی ممانعت نہیں ہاں اگر اس خیال سے احتراز (پرہیز) ہو کہ اس سمت بغداد شریف ہے اور مسجد اقصیٰ قبلہ انبیاء ہے تو یہ ایک معقول وجہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سگِ غوث امام احمد رضا: آپ عموماً خطوط لکھنے یا تحریر ختم کرنے میں اپنے نام سے پہلے سگِ درگاہ قادریہ وغیرہ لکھتے۔ ایک خط میں آپ نے حضرت مولانا انوار اللہ مرحوم کو لکھا سلام مسنون کے بعد یہ سگِ بارگاۂ بیکس مقامِ قادریت الخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ۔ (معارفِ رضا کراچی ۱۹۹۳ء)

نوٹ: غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت کا مفصل ذکر فقیر کی ''شرح حدائق بخشش'' کا مطالعہ کیجئے۔

گیارھویں کی شیرنی: محدثِ اعظم مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت نے مجھے کارِ فتاوی پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ کرکے دست کرم سے شیرینی مجھ کو عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہوگیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوکِ زبان سے اُٹھا رہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکارِ غوثیت کی عظمت ومحبت میں ڈوب گئے یہ واقعہ رزق کی تعظیم کے ساتھ ساتھ بارگاۂ غوثیت کے اعزاز کا بھی پتہ دیتا ہے اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں یہ آپ کے جدامجد سرکارِ غوثیت کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کردینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا مقصود تھی بلکہ

درحقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں ”چوں قلم دردست کاتب“ تھے۔

(معارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء)

نوٹ: اس واقعہ پر تبصرہ وتحقیق مزید فقیر کے رسالہ ”برکاتِ گیارہویں شریف“ کا مطالعہ فرمائیے۔

آدابِ مدینہ پاک: امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

مدینہ کی گلیوں کا ادب:

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

مدینہ طیبہ کی آرزو اہل دل کے لئے ہمیشہ سرمایہ عشق ومحبت رہی ہے۔کوئے حبیب تک پہنچنے کے لئے عشاق نے جوجتن کئے ہیں ان کے نقوش ہمیں شاعروں کے اشعار،نعت خوانوں کے نغموں اورمدحت سراؤں کے قصائد میں جا بجانظر آتے ہیں۔حضرتِ عطار،رومی،سعدی،حافظ اورجامی (قدس سرہم) جیسے اہل دل نے کوئے جاناں کی آرزو میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اہلِ ذوق سے پوشیدہ نہیں۔اِن بزرگوں کے اظہارِ تمنا کا انداز اتنا تاثیریں اورموثر ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ساری وسعتیں کوچہ محبوب کی آرزو میں سمٹ جائیں اورکائنات کی ساری رعنائیاں راہ حبیب کی تلخیوں کی نذر کردی جائیں اگر چہ ایسے جذبات ہرشاعر کے کلام میں جھلکتے نظر آتے ہیں جس سے آستانِ حبیب تک پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے مگر حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طیبہ کی گلیوں میں جس انداز سے پہنچتے ہیں وہ اُن کے عشقِ مدینہ کے کمال کا مظہر ہے۔کوئے حبیب کے ادب کے پیش نظروہ قدموں کے بجائے سروچشم بچھاتے چلے جاتے ہیں۔

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ — او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم وسر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک — حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو — یہ راہ جانفزا میرے مولا کے در کی ہے

مدینہ پاک کی چڑیوں کا ادب: دیارِ حبیب کے کتوں کودل کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ امام احمد رضا شہر حبیب کی چڑیوں کو دعوتِ شوق پیش کرتے ہیں کہ صحرائے مدینہ کی چڑیوں آؤ میں تمہاری بلائیں لوں،تمہارے لئے اپنے جسم کا پنجرہ بناؤں،اس میں تمہارے بیٹھنے کے لئے اپنے دونینوں کی جگہ بناؤں،تمہارے کھانے کے لئے اپنے کلیجے کا چوگا بنا کر حاضر کروں،اگر پانی مانگوتو آنسوؤں سے اپنی ہتھیلیاں بھر کر پیش کروں اوراگر تمہیں دھوپ کی شدت

سے اذیت ہوتو تم پر اپنے بالوں کا سایہ کردوں۔سبحان اللہ بزبانِ ہندی شہر حبیب کی چڑیوں کی دعوت کا منظر ملاحظہ ہو۔

میں بھارو چھنے من کا پنجرا بناؤں نینن کی رکھ دیوں دوور کریاں
میں اپنے کرجوا کا چوگا بناؤں جو جل مانگو ورو بھر دیوں تلیاں
داھو ماں تمکا جو گھامے ستاوے

عاشق اور پھر عشقِ حبیب خداصلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا ہے اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قدرت نے کتنی فیاضی کے ساتھ یہ دولتِ عشق عطا فرمائی ہے۔

؎ یہ رتبہ ملا جس کو مل گیا

پاک مدینہ کی ہر شے کا ادب: اعلیٰ حضرت کے ہاں خاکِ طیبہ،صحرائے طیبہ،صبح طیبہ،باغِ طیبہ ،ہوائے طیبہ غرضیکہ ''سگانِ کوچۂ طیبہ'' بھی محبوب ہیں وہ ان چیزوں کو جنہیں کوچۂ حبیب سے ذرا سی بھی نسبت ہے دارا وسکندر کی شہنشاہی اور جامِ جم کی جہانگیری سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔انہیں مدینہ کی گلیوں میں پھرنے والا فقیر اُن گلیوں میں گداگری کرنا،اُن گلیوں میں جھولی پھیلائے پھرنا اور پھر بھیک لینے کے لئے آواز لگانا دنیا کی ساری راحتوں اور عظمتوں سے خوش تر دکھائی دیتا ہے۔انہیں اُس گلی کا گدا ہونا باعثِ صد افتخار ہے۔

کوچۂ طیبہ کی گدائی کی وجہ: اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں مدینہ پاک کی گلیاں نور سے معمور ہیں یہاں ابر رحمت گھر گھر پر برستا ہے،یہاں اغنیاء کو بھی پناہ ملتی ہے،یہاں نوری فرشتوں کی ٹولیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔

اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

مدینہ پاک کی گلیوں میں نور کی خیرات بٹتی ہے جہاں سے چاند اور سورج اپنا اپنا حصہ لے کر ابھرتے ہیں اور فرمایا کہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس نورانی بارگاہ کا جاہ وجلال کس بیان میں آسکتا ہے وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو کوچۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتوں کو بیان کریں اور وہ بیان کہاں سے ملے جو اس عالی دربار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھے جاہ وجلال اور انتظام وانصرام (اہتمام) ملاحظہ ہو۔

لاکھوں قدسی ہیں کامِ خدمت پر لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

وردیاں بولتے ہیں ہرکارے پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میں آنکھوں میں دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ پاک کی گلیوں میں کتنی والہیت کے ساتھ پکارتے ہیں اور کس انداز سے گدایانِ کوئے یار کا نقشہ کھینچتے ہیں:

لب واہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
منگتا کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دین تھی دوری قبول وعرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور پھر اُسی والہانہ انداز میں اسی عالی وقار گلی کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

کیوں تاجدار وخواب میں دیکھی کبھی یہ شے جو آج جھولیوں میں گدایانِ در کی ہے
جاروکشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر وشر کی ہے

جس بحرِ سخا کے سامنے اعلیٰ حضرت بریلوی جھولی پھیلائے جاتے ہیں اس کی رفتار کے ساتھ رحمتِ خداوندی کا پورا کارخانہ چلتا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا ساتھ منشئی رحمت کا قلمدان گیا

اس رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گدا گردارا وجم کی سلطنتوں کی کیا پروا کرتے ہیں:

تعالیٰ اللہ استغناء ترے در کے گداؤں کا کہ ان کو عار فروشوکت صاحب قرآنی ہے

صلائے عام:

بارگاہِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) مایوس انسانیت کی تمناؤں کو برلانے کا مقام ہے یہاں حوادثِ زمانہ کے روندے ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسان ہاتھ پھیلائے پہنچتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی اُن بددل لوگوں کو اور مایوس انسان کو امیدِ بخشش دلا دلا کر بلند حوصلہ بنا دیتے ہیں اور انہیں دلاسہ دیتے ہیں کہ تم جس گلی میں آ پہنچے ہو وہاں نہیں اس لئے ہمت کر کے دامن رحمت تھام لو! اور اگر تم نے ایسا کر لیا تو دنیا وآخرت دونوں میں سرخرو رہو گے۔

اُن کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے ناتوانو کچھ تو ہمت کیجئے
اُن کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر بے نواؤ فکر ثروت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ خم ذرا فرق ارادت کیجئے

درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: عاشقِ صادق کا عقیدہ یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم بہ عطائے الٰہی دولت کے مالک ہیں کائنات کے

مالک اور خالی جھولیوں والے آپ کے درِ دولت سے دامنِ مراد بھر بھر کر نکلتے ہیں۔امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ دیارِ رسول ﷺ کے اُن منگتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے مدینۃ الرسول ﷺ کے ہمیشہ پھلتے پھولتے رہنے کی کس بے تابی سے دعا مانگتے ہیں ملاحظہ ہوں

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے　　غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمتوں کا جائزہ: بیت اللہ کی عظمت وشہامت سے کس کا انکار ہوسکتا ہے یہ کائنات ارضی کا نقطۂ آغاز ہے، یہ انسانیت کا آخری سہارا ہے، یہاں گنہگار بخشے جاتے ہیں اور نیک درجۂ کمال کو پہنچتے ہیں، یہاں رکن شامی شامِ غربت کی وحشت کو مٹادیتا ہے، آبِ زم زم پر ہجوم ہے، میزاب کی رفعت رحمت خداوندی ہے۔اعلٰی حضرت بریلوی کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کا جس انداز سے موازنہ کرتے ہیں وہ آپ کے ادب کا ترجمان ہے:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شامِ غربت　　اب مدینہ کو چلو صبح آراء دیکھو
آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں　　آؤ جودِ شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
دھوچکا ظلمت دل بوسۂ سنگِ اسود　　خاک بوسۂ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا　　یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

افضلیت مدینہ منورہ پر مکتبہ عشق کا فتویٰ:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد　　ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

ادبِ خاک مدینہ: خاک طیبہ کی عظمت وتوقیر اعلٰی حضرت بریلوی کا جز وایمان ہے وہ اس خاکِ راہ کو ہر صورت قبلہ ایمان خیال کرتے ہیں جو قدم مصطفٰی ﷺ سے ایک بار مس ہوئی اور وہ اس سلسلہ میں نہ کسی حضرتِ ناصح کی نصیحت کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ کسی فتویٰ سے ڈرتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم　　اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا
خم ہوگئی پست فلک اس طعن زمین سے　　سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

خارمدینہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو دشت طیبہ کے　　خار دنیا بھر کے گلزار سے ہزار بار خوشتر دکھائی دیتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں ۔۔۔ دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں
ان کے حرم کے خار کشیدہ ہیں کس کے لئے ۔۔۔ آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

مدینہ کی ہر چیز محبوب: خاک پائے حضور، خار دشت طیبہ، سگان کوچۂ حبیب ﷺ کوکوئے یار کی ہر چیز سے محبت ہے وہ ہر چیز سے عشق رکھتے ہیں وہ ہر چیز پر دل و جان فدا کرتے ہیں اور حضور کی فیاضیاں ظاہر بین آنکھوں سے ہمیشہ بوجھل رہیں۔

ظاہر بین آنکھ نیک و بد کے امتیاز میں کھوئی رہی مگر چشم بصیرت نے بلکہ دیدہ محبت نے درجاناں کی وہ عظمتیں دیکھیں جس پر عرشِ اعظم بھی رشک کرتا ہے ان گلیوں میں کرم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، بخشش کے بادل برس رہے ہیں، رحمت کے چشمے اُبل رہے ہیں اور سخاوت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ یہاں ہر ایک اپنا دامن مراد بھرتا جاتا ہے اور کسی کو ''نہیں'' کی آواز نہیں آتی۔ اعلیٰ حضرت اپنے قلم سے اس دربار گہر بار کی بخشش کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا ۔۔۔ نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا ۔۔۔ تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا ۔۔۔ اصفیاء چلتے ہیں د ر سے وہ ہے رستا تیرا
آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان ۔۔۔ صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال ۔۔۔ جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تیرے دربار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع ۔۔۔ جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جذب القلوب میں اسی قسم کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خاک طیبہ ازدوعالم خوش تر است ۔۔۔ آن خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

آدابِ سگانِ مدینہ: حدائق بخشش میں متعدد مقامات پر سگانِ طیبہ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار متعدد انداز میں کیا ہے مثلاً:

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں اے سگانِ کوچہ دلدار ہم

ادب زائر مدینہ طیبہ: جب کوئی شخص حج کر کے امام احمد رضا کی خدمت میں آتا تو آپ اُس سے سب

سے پہلا سوال یہ کرتے کہ آیا حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اطہر پر بھی حاضری دی تھی۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو آپ فوراً اس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر آپ اس کی طرف مطلق توجہ ہی نہ فرماتے۔

آنکھوں دیکھا حال: پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ایک اور واقعہ جس نے میرے قلب پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بریلی میں حج ادا کر کے اور نبی کریم ﷺ کے دیار کی زیارت کے بعد واپس لوٹتا تھا تو امام احمد رضا خان اپنی عظمت، عظمتِ کردار اور اعلیٰ منصبی کے باوجود اُس کے پاس جاتے تھے اور اُس کے قدموں کو اپنے رومال سے صاف کرتے تھے اس لئے کہ اُس کے قدموں نے اس دیار کے ذروں کو بوسہ دیا تھا۔ (معارفِ رضا کراچی ۱۹۸۳ء)

فتاویٰ رضویہ: نام کے لحاظ سے تو یہ فقہ کا ایک تحقیقی مجموعہ ہے لیکن اس میں بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عشق وادب کا دامن نہیں چھوڑا۔ اگر آپ مجموعۂ فتاویٰ کے عنوان پر غور کریں تو اس میں بھی عالم ماکان ویکون، سید انس وجان ﷺ کی محبت میں سرشاری کا جذبہ کارفرما ہے "العطایه النبویه فی الفتاویٰ الرضویه" یعنی رضا کے تاجدارِ نبوت ﷺ کی بخشش وعطا کے جلوے ملاحظہ فرمائیں۔ فتاویٰ رضویہ میں علم وفن کے جواہر پارے بے مثال تحقیقات اور لازوال تشریحات کے جو گوہر نایاب تم پاؤ گے تو یہ سب فیضان ہے سید عالم ﷺ کی نگاہِ کرم کا! جزئیات فقہیہ میں مسائل کا رُخ عشق وادب کی طرف موڑنے کی کوشش فرمائی ہے بلکہ اسلاف صالحین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے کسی قول میں ادبِ عشق سقم پایا ہے تو بھی ادب کے طریق پر اس سقم (غلطی) کو دور فرمایا اور اس عنوان کو تطفل سے تعبیر فرمایا یہ بھی امام اہل سنت کے ادب کا ایک بہترین انداز ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں بعض مختصر سی بحث فقیر نے رسالہ ''امام احمد رضا اور فقہائے سلف'' سے اختلاف میں تحریر کی ہے جو ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے معارف رضا کراچی و دیگر رسائل میں شائع ہوا۔

ہاں معاصرین سے جس میں بھی کچھ کوتاہی دیکھی تو اس کو غلطی کا احساس دلایا اس کے انکار پر اس کے خلاف مستقل تصنیف لکھ کر شائع فرمائی۔ اسی موضوع پر درجنوں تصانیف موجود ہیں فقیر یہاں چند نمونے ''فتاویٰ رضویہ'' سے وہ عرض کرتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے کس طرح ادب وعشق کا ثبوت دیا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان النور والنورق ہے اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔ آبِ زم زم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ ایک مقدس پانی

ہے یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زم زم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے کیونکہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آبِ زم زم سے بلکہ آبِ کوثر سے بھی افضل ہے اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، دونوں جہاں کے سب پانیوں سے افضل، زم زم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے جو بارہا، براہ اعجاز، حضور اکرم، سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زم زم و کوثر سب سے افضل ہے مگر اب وہ کہاں نصیب۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد اول، صفحہ ۲۴۴)

غور فرمایئے کیا عجب انداز ہے۔ حرف حرف عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور آخر جملہ کہ ''وہ کہاں نصیب'' میں جو حسرت کی دنیا پنہاں (پوشیدہ) ہے اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔

اُس مبارک پانی کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نعتیہ کلام میں بھی انتہائی لطیف انداز میں نظم کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

ساقیِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچوں انگلیوں کے لئے ''پنج آبِ رحمت'' کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے۔

سبحان اللہ

اپنے مشہور کلام سلام میں اسی معجزے کو یوں بیان کیا ہے:

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ایک مقام پر یہ مسئلہ بیان کیا کہ کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر اعتراض پیدا ہوا کہ خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اپنے صحابہ کرام سے مختلف چیزیں طلب فرمائی ہیں اگر مانگنا ممنوع تھا تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیوں نہیں فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں کے لئے مانگنا واقعی منع ہے لیکن اگر آقا کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں تو یہ بالکل صحیح اور جائز ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں۔ اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب

فرمائیں وہ معاذ اللہ سوال نہیں ہے بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولیٰ کی ملک ہے۔ اسی لئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ هَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(سنن ابن ماجه، باب فضل ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه،صفحه ۱۰، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی بحواله فتاوی رضویه، کتاب الشتی، جلد۲۸ ،صفحه۵۱۸ تا۵۲۲،رضافاؤنڈیشن لاهور)

یعنی میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (پارہ۲۱،سورۃ الاحزاب،آیت۶)

ترجمہ : یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

یہ کیسی عمدہ تفسیر ہے "اجزاء الله فی الدارین خیرا" واضح رہے کہ مذکورہ بالا مسئلے کا تعلق چونکہ مسلمانوں سے تھا اسی لئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہاں اسی قدر بیان فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں" ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مسلمانوں کی جان و مال کے بلکہ پوری کائنات کے مالک ہیں چنانچہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ۔۔۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالکِ کونین کہنے سے کوئی کوتاہ فہم شرک کا فتویٰ نہ جڑ دے واضح فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالذات مالک نہیں مانتے ذاتی ملکیت تو صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہم اس بناء پر مالکِ عالم کہتے ہیں کہ اُن کو مالک الملک نے اس کائنات کا مالک بنایا ہے فرماتے ہیں:

ان کو تملیک ملیک الملک سے ۔۔۔ مالکِ عالم کہا پھر تجھ کو کیا

جب کائنات کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ظاہر ہے کہ معطی (عطا کرنے والے) بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جب کسی کو کوئی فیض ملتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حقیقت کو کیسے زور دار الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

ہر خیر، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت، دین میں، دنیا میں، آخرت میں، روزِ اول سے لے کر آج تک، آج سے ابدالآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی

تمام نعمتوں کو بانٹنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد اول، صفحہ ۵۷۷)

لا ورب العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صحابۂ کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا ادب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پایاں عشق کا لازمی نتیجہ ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل رہا اُن سے بھی محبت رکھی جائے اور اُن کا ادب واحترام ہر دم ملحوظ (پیشِ نظر) رکھا جائے۔

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صحابۂ کرام علیہ الرضوان سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ اُن کی شان میں گرا ہوا کوئی لفظ سننا نا قابل برداشت ہو جاتا تھا اور اس پر اپنی نا گواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے تھے خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی سے کیوں نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عظیم فقیہہ نے ایک جگہ پر یہ جملہ کہہ دیا:

كما توهم بعض الصحابة

(حاشية الطحطاوى على المراقى، صفحه ۱۳، نور محمد كارخانه تجارت، كراچى بحواله فتاوى رضويه، كتاب الطهارة، جلد ۲، صفحه ۴۵۲ تا ۴۵۵، رضافاؤنڈيشن لاهور)

یعنی جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔

صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سخت نا گوار گزرا فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: اقول هذا اللفظ بعيد عن الادب فليجتنب۔

(فتاوى رضويه، كتاب الطهارة، جلد ۲، صفحه ۴۵۲ تا ۴۵۵، رضافاؤنڈيشن لاهور)

یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ادب سے بعید ہے اس لئے اس سے احتراز (پرہیز) کرنا چاہیے۔

یہ تطفل ایک مثال ہے کہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے پایہ کے محدث و مجتہد سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں تو ہم کا اطلاق گوارا نہ فرمایا۔

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر شے کا احترام: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تو خیر شان ہی بہت بڑی ہے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو اُن بے جان چیزوں کا بھی ادب ضروری سمجھتے ہیں جو آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طرح نسبت رکھتی ہوں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا جبہ مقدسہ یا نعل شریف یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مطہرہ تبرک کے لئے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے ہاں پانی پاؤں پر نہ ڈالا

جائے کہ یہ خلافِ ادب ہے۔ اگر منہ پر جاری کیا منہ کا وضو ہو گیا اُن کا تو نامِ پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، کتاب الطہارۃ، جلد۲، صفحہ۵۹۵ تا ۶۰۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

موخرالذکر جملہ عشق ومستی کے کیسے گہرے سمندر اپنے کوزے میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ بیان تو فرما رہے ہیں پانی کی جزئیات لیکن عشق وادب کے دھنی نے ان کا رُخ عشق وادب کی طرف ایسے پیارے رنگ واداسے موڑا کہ خود جزئیات حیران ہونگی کہ ہمیں عرصۂ دراز تک کسی نے نہ بتایا کہ ہمارا حقیقی راستہ کدھر ہے بریلی کے اس عاشق کو ایسی جزئیات دعائیں دیتی ہونگی کہ انہیں کس محبوب سمت کی طرف لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

علمائے کرام کا ادب: امام احمد رضا قدس سرہ خود عالم دین تھے لیکن علماء کا ادب کرتے تھے اور ان کی ہمیشہ قدر کرتے اور ان کا نام بڑی عزت سے لیتے حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے مشہور تھا کہ وہ جس ویرانہ میں قیام فرماتے تو وہ ویرانہ پر رونق شہر کی شکل اختیار کر جاتا۔ حضرت مولانا ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے مبالغہ پر محمول کیا تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے انہیں دلیل دے کر سمجھایا کہ نہیں دیکھتے ہو جب مولانا عبدالقادر بدایونی بریلی میں تشریف لاتے ہیں تو شہر کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے لوگ گردونواح سے زیارت کے لئے چلے آتے ہیں جب شاہ صاحب تشریف لے جاتے ہیں تو چہل پہل ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا ظفرالدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک کوئی ایسا دن نہ گزرا علمائے اہل سنت ودیگر زعماء میں سے کوئی نہ کوئی اعلیٰ حضرت کا مہمان نہ ہوتا ہو۔ آپ ان کی دلداری اور تواضع میں عزت اور فخر محسوس کرتے۔

آدابِ قبلہ: مسجد کے ہر درجہ میں وسطی در سے داخل ہوا کرتے اگرچہ آس پاس کے دروں سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو نیز بعض اوقات اوراد ووظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً جنوباً پڑھا کرتے مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

مزار کا بوسہ اور طواف: مراز کے طواف اور بوسے کے ضمن میں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تعظیماً کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطّواف مخصوص خانہ کعبہ ہے۔

احترامِ مساجد: ایک مرتبہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت جاڑے کا موسم اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ حضرت کو نمازِ عشاء کے لئے وضو کرنے کی فکر ہوئی پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چار تہہ کر کے وضو کیا اور

قطرہ تک فرشِ مسجد پر نہ گرنے دیا اور بغیر رضائی اور گدے کے پوری رات جاڑوں کی اور اس پر بادو باراں کا طوفان یونہی جاگ کر گزار دی۔

کیا احترامِ مسجد کا ایسا عامل شخص اس زمانے میں بھی کوئی دیکھنے میں آتا ہے۔الا ماشاءاللہ ورنہ عام طور پر تو یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ مدارسِ عربیہ کے اساتذہ وطلبہ تک بھاگ کر جماعت کے ساتھ ملنے کے لئے وضو کے اعضاء کو پونچھے بغیر فرشِ مسجد پر بھاگتے ہیں۔اس طرح صفوف مسجد خوب گیلی ہوتی ہیں اور وضو کے قطرات گرنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے کاش لوگ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔

مسجد میں لاٹھی کی آواز: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامع مسجد دہلی میں تشریف فرما تھے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی ہاتھ میں چھڑی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے کھڑے کھڑے اپنی چھڑی مسجد میں پھینک دی جس سے قدرے آواز پیدا ہوئی۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فوراً اسے مسجد کے آداب سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا بڑے صاحب مسجد میں اس طرح لاٹھی پھینکنا بے ادبی ہے لہٰذا آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔اس پر وہ سخت نادم ہوئے اور توبہ کی اس سے طلباء بے حد متاثر ہوئے اور معذرت کی۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یہ تادیب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تادیب کا عملی نمونہ ہے جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق آپ نے طائف کے ایک شخص کو مسجد نبوی شریف ﷺ میں بلند آواز سے گفتگو کرنے پر کی تھی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا: مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا جائز نہیں ہاں ایسا تیل جلایا جائے گا جس میں بدبو نہ ہو مثلاً کڑوا تیل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قریبی مسجد میں ان کے عزیز مرید حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین کے اندر کڑوا تیل جلایا۔اب اپنے لئے اعلیٰ حضرت کا کمالِ احتیاط دیکھئے۔حاجی صاحب سے فرمایا یہ لالٹین آپ نے یہاں کیسے جلادی۔عرض کیا حضور اس میں مٹی کا تیل نہیں کڑوا تیل ہے۔فرمایا تو پھر بیٹھے رہیے اور ہر شخص کو بتاتے رہیے کہ اس میں وہ تیل نہیں جس کی ممانعت ہے ورنہ لالٹین دیکھ کر لوگ کہیں گے مولوی صاحب بھی اپنے یہاں مسجد میں مٹی کا تیل جلاتے ہیں پھر حضرت نے لالٹین باہر کرادی۔

اسی لئے فتاویٰ رضویہ میں ایک موقع پر عوام کو احترامِ علماء اور ان کے عمل کی حیثیت سمجھنے پر تنبیہہ کرنے کے بعد

علماء کے لئے تحریر فرماتے ہیں ''علماء کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا غیب کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا ایسے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔''

(امام احمد رضا اور بدعات ومنکرات، صفحہ نمبر ۷۹)

بڑوں کا ادب: اسلام میں بڑوں کے ادب کی بہت بڑی اہمیت ہے۔اسی لئے مشہور ہے با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔حدیث شریف میں ہے کہ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا

(مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنهما، جلد ١٤، صفحه ١٨١، حديث٦٦٤٣)

یعنی جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع میں بزرگ مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور کھانا بھی خود کھلاتے۔امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں گزرا کہ آپ نے بڑوں کا ادب نہ کیا ہو یا اُن کے ادب سے جی چرایا ہوا پنے بڑوں کی بہت زیادہ عزت واحترام کرتے تھے۔

شریعت کا ادب سیدھے ہاتھ سے دو اور لو: امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر کسی کو کوئی چیز دیتے اور وہ اپنا بایاں ہاتھ آگے کرتا تو آپ فوراً اپنے دست مبارک کو روک لیتے اور فرماتے کہ دائیں ہاتھ میں لو کیونکہ بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔

وعلیکم السلام کہو: امام احمد رضا قدس سرہ کے بچپن کے زمانے میں ایک مولوی صاحب بچوں کو آ کر پڑھایا کرتے تھے۔ایک دن بچوں نے مولوی صاحب کو سلام کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''جیتے رہو'' یہ سن کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو خود بھی اس وقت بچے تھے کہا مولوی صاحب یہ آپ نے سلام کا صحیح جواب نہیں دیا۔ آپ کو جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا چاہیے تھا۔مولوی صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

کتاب کا ادب: فقہائے کرام لکھتے ہیں بلا ضرورت کتاب وغیرہ پر قلم دوات قلمدان رکھنا ممنوع ہے۔علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اَلظَّاهِرُ أَنَّ ذَلِكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ إِلَى الْوَضْعِ

(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، سنن الغسل، جلد١، صفحه١٧٧، دارالكتب العلمية)

یعنی ظاہر یہ ہے کہ لکھنے کے لئے کتاب رکھنے کی اجازت اس وقت ہوگی جب ضرورت ہے۔

اعلیٰ حضرت کی فقاہت: اعلیٰ حضرت، امامِ اہل سنت قدس سرہٗ نے شامی حاشیہ جد الممتار میں اسی جگہ پر کہا کہ ماھی ھذا موضع الستنظھار یل ھو المتین قطعا

یعنی یہ استظہار (بظاہر کہنے) کا موقع ہی نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر ہے یعنی ضرورت کے وقت رکھنا اور بلاضرورت نہ رکھنا۔

فقیر نے نمونے کے طور پر چند آداب عرض کئے ہیں ورنہ الحمدللہ ہر موضوع پر بحث مستقل تصنیف چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ہم سب کو دولتِ ادب سے نوازے کیونکہ:

با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب ہوتا ہے

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۴ شوال ۱۴۱۹ھ

بہاولپور۔ پاکستان

☆☆☆☆☆